ہند و پاک میں رائج و متعارف قرآن کریم کا رسم و ضبط

ابوالحسنین مفتی محمد وسیم اختر المدنی

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تبارک وتعالی نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو تیئیس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا۔رسول اللہ ﷺ پر جو بھی وحی نازل ہوتی،آپ ﷺ صحابہ کرام علیھم الرضوان کو اس کی تعلیم فرمایا کرتے اور جو صحابہ کرام لکھنا جانتے تھے،ان کے ذریعے اس وحی الہی کو تحریری صورت میں بھی محفوظ کرلیا جاتا تھا،اور یہ سب کام حکم خداوندی کے مطابق انجام پاتا تھا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:"لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ."

ترجمہ:"(قرآن کو یاد کرنے کے لئے) اپنی زبان کو جلدی حرکت نہ دیا کیجئے،بے شک اس کا (آپ کے ذہن میں) محفوظ کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔جب ہم (یعنی جبرائیل امین) پڑھ چکیں تو آپ اُس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں،پھر اس (کے معانی) کا بیان (بھی) ہمارے ذمے ہے"۔[القیمۃ،آیت:۱۶ تا ۱۹]۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین نے حفظ اور تحریر دونوں ذرائع سے قرآن کریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب ایک معرکہ میں کئی حفاظ صحابہ کرام شہید ہو گئے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مشورے پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے جمع قرآن کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کی سربراہی میں اکابر اور جلیل

القدر صحابہ کرام کی ایک مجلس بنائی ،جس نے کڑی شرائط کے تحت جمع قرآن کا فریضہ انجام دیا ،اس مرتب ومدون مصحف مقدس کو "مصحف صدیقی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کی اساس اس عہد کے قراء قرآن کی یادداشت اور صحابہ کرام کے پاس متفرق طور پر مکتوب آیات وسور قرآنی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے جمع کردہ قرآن کریم کی صحت پر تمام صحابہ کرام ور امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور خلافت میں شاذ اور غیر متواتر قراءات کے فتنے سے امت کو بچانے کے لئے مہاجرین وانصار میں سے اکابر قراء صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی سرپرستی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے اسی مصحف میں سے قرآن کریم کے متعدد مصاحف نقل کروائے۔ یہ وہ قراء صحابہ کرام تھے جنہوں نے ذات رسالت مآب ﷺ سے براہ راست قرآن کریم کو سنا اور پڑھا اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خصوصی مجلس جمع قرآن میں شامل رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے پوری امت کو انہی مصاحف پر جمع فرمایا اور تمام شاذ اور غیر متواتر قراءات پر پابندی لگا دی۔ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے اپنے ذاتی مصاحف میں کچھ ایسی باتیں بھی تحریر کر رکھیں تھی جو رسول اللہ ﷺ نے بطور تفسیر بیان فرمائیں تھیں، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان تمام پر بھی پابندی عائد کردی تا کہ ناواقف ان تفسیری باتوں کو قرآن کا حصہ نہ سمجھ لیں۔

چنانچہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ و کتابت دونوں طرح بذریعہ تواتر ہم تک پہنچا ہے۔ پھر لاکھوں لوگوں نے کسی ادنی کی و بیشی اور تغیر وتبدل کے بغیر اسے لاکھوں لوگوں کی طرف آگے نقل کیا اور یقیناً روز قیامت تک یہ بذریعہ تواتر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہے گا۔

اس وقت روئے زمین پر وحی الٰہی میں سے قرآن کریم ہی وہ واحد کتاب ہے جو اب تک اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح اس کا نزول ہوا تھا، کیونکہ اسے قیامت تک تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا چراغ اور پوری نوع انسانی کے لئے حجت بننا تھا۔ چنانچہ حفاظت قرآن کے اس ربانی وعدہ نے پوری دنیا پر یہ مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ"

ترجمہ: بیشک ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔[الحجر، آیت:۹]۔

صحابہ کرام سے لیکر آج تک سوائے چند افراد کے پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن پاک کی کتابت اسی طرز تحریر میں ہونا ضروری ہے، جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تائید اور اتفاق کے ساتھ اختیار فرمایا اور اسی طرز تحریر میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں آپ کی حیات طیبہ میں قرآن پاک کو تحریر کیا۔اس طرز تحریر کو رسم عثمانی کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مصاحف تحریر کیے تھے ان کی تعداد اکثر علماء کے نزدیک چھ بیان کی جاتی ہے۔ان مصاحف میں الفاظ کے لکھنے میں بعض جگہ پر اختلاف بھی تھا مثلاً: یلتقیان الف کے ساتھ اور یلتقین الف کے بغیر دونوں طرح لکھا جا سکتا ہے اگرچہ قراءت اور معنی میں دونوں ایک ہی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی فرق صرف رسم میں ہوگا۔ان مصاحف میں دونوں طرز تحریر کو اختیار کیا گیا ہے تاکہ یہ دونوں طریقے محفوظ ہو جائیں۔ بعض مصاحف میں تثنیہ کے الفاظ الف کے ساتھ اور بعض میں بغیر الف کے تحریر کیے گئے اسی طرح بعض دیگر الفاظ کے رسم اور طرز تحریر میں فرق تھا۔

ہر وہ مصحف رسم عثمانی کے مطابق قرار پائے گا، جس کے الفاظ کی تحریر کا انداز ان مصاحف میں سے کسی ایک کے مطابق ہو۔اسی لئے ہر دور کے علماء کرام اپنی سہولت، آسانی اور اس علاقے میں رائج مصحف عثمانی سے مطابقت رکھنے والے طرز تحریر میں قرآن پاک کی کتابت کرتے رہے اور کبھی کسی عالم نے رسم عثمانی سے مطابقت کرنے والے طرز تحریر کو غلط نہیں کہا۔

قرآن مجید کی طرز تحریر کے بارے میں دو علماء کرام کی تحقیقات بہت مشہور ہیں۔ان میں ایک امام ابو عمرو الدانی متوفٰی ۴۴۴ھ اور دوسرے ان کے شاگرد ابو داؤد بن نجاح متوفٰی ۴۹۶ھ ہیں۔امام ابو عمرو الدانی نے اپنی مشہور کتاب "المقنع فی معرفۃ رسوم مصاحف اھل الامصار" میں رسم عثمانی کے مطابق قرآنی کلمات کے طرز تحریر کو ضبط کیا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحف میں کلمات کے طرز تحریر میں جو بعض جگہ پر اختلافات تھے، ان کو بھی بیان کیا ہے اور ان اختلافی جگہوں میں ان کے نزدیک جو زیادہ پسندیدہ صورت تھی، اس کو بھی بیان کیا ہے۔ان کے شاگرد امام ابو داؤد بن نجاح

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

نے اپنی کتاب "مختصر التبیین لھجاء التنزیل" میں بعض جگہوں پر اپنے استاد کے مختار قول سے اختلاف کیا ہے اور دوسرے قول کو اپنا پسندیدہ قرار دیا، مثلاً: تثنیہ کے تمام کلمات، چاہے وہ افعال میں سے ہوں یا اسماء میں سے، ان کو کلمے کے وسط میں واقع الف کے بغیر لکھتے ہیں الا یہ کہ وہ کلمے کے آخر میں واقع ہو۔ جبکہ امام ابوداؤد بن نجاح تثنیہ کے تمام کلمات میں الف کے اثبات کے راوی اور قائل ہیں، اس کی مثال افعال میں "تکذبان" اور "تجریان" کا الف ہے، اور اسماء میں "طائفتان" اور "الجمعان" کا الف ہے۔ تثنیہ کا وہ الف جو کلمہ کے آخر میں آرہا ہو تو تحریر میں اس کے اثبات پر سب کا اتفاق ہے، جیسے لفظ "قالا" کا الف بالاتفاق ثابت ہے، کیونکہ وہ کلمے کے آخر میں ہے وسط میں نہیں ہے۔ اسی طرح امام ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی الشہیر بالشاطبی (المتوفی: ۷۹۰ھ) نے امام دانی کی کتاب "المقنع" کو اپنی نظم "عقیلۃ أتراب القصائد" میں بطور اشعار تحریر کیا ہے اور بعض الفاظ میں انہوں نے بھی امام دانی کے برخلاف دوسرے طرز تحریر کو اپنا پسندیدہ قرار دیا ہے۔

اختلافی کلمات جن کا طرز تحریر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحف میں مختلف فیہ صرف چند سو ہیں۔ عالم اسلام میں ان کلمات کو تحریر کرنے کے طرز میں تین طرح کے مصحف عام طور پر پائے جاتے ہیں۔

(۱) مصر، سعودی عرب، شام، عراق اور دیگر عربی ممالک میں اِن اختلافی کلمات کے تحریر کرنے میں اکثر طور پر امام ابوداؤد بن نجاح کی ترجیحات پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۲) مغربی ممالک مراکش، الجزائر، تیونس وغیرہ میں روایت قالون اور روایت ورش میں قرآن پاک تحریر کیے جاتے ہیں اور اختلافی کلمات میں عرب ممالک کی طرح اکثر وبیشتر امام ابوداؤد بن نجاح کی ترجیحات ہی پر عمل کیا جاتا ہے، سوائے چند کلمات کے جہاں امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں سکوت اختیار کیا ہے یہ ممالک امام ابوالحسن البلنسی متوفی ۷۶۵ھ کی ترجیحات کو اختیار کرتے ہیں۔

(۳) برصغیر پاک وہند میں مروجہ مصاحف بالکل درست اور رسم عثمانی کے مطابق ہیں، کیونکہ ان کا رسم الخط امام ابوعمرو دانی کی تحقیق اور مختار قول کے مطابق ہے اور بعض الفاظ میں امام شاطبی کے مختار قول کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً: سورہ شوریٰ 220 میں "روضات الجنات" کے دونوں لفظ جمع مؤنث سالم کے صیغے ہیں، اور جمع مؤنث سالم کے قاعدے کی رو سے ان دونوں میں الف محذوف

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

ہونا چاہیے، مگر چونکہ امام ابو عمرو دانی اور امام ابوداؤد بن نجاح نے ان دونوں الفاظ کو عام قاعدے سے مستثنیٰ کرتے ہوئے ان میں اثباتِ الف نقل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرب ممالک میں چھپنے والے تمام مصاحف میں مذکورہ دونوں الفاظ میں اثباتِ الف ہی کو اختیار کیا گیا ہے لیکن امام شاطبی نے اپنی کتاب "العقیلۃ" میں ان دونوں الفاظ کو عام قاعدے سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ ان کے نزدیک ان دونوں الفاظ کا الف بھی دیگر جمع مؤنث سالم کے الفاظ کی مانند محذوف ہی رہے گا۔ برصغیر کے تمام مصاحف میں ان دونوں الفاظ میں امام شاطبی کے قول کو اختیار کرتے ہوئے الف کو محذوف کر کے دونوں پر کھڑی زبر ڈالی گئی ہے۔

اسلامی ممالک میں چھپنے والے تمام مصاحف صحیح اور درست ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک مصحف کا رسم اور طرزِ تحریر مصاحفِ عثمانی میں موجود رسم سے مطابقت رکھتا ہے، ان میں سے کسی بھی مصحف کے اندازِ تحریر یا رسم کو غلط کہنا پرلے درجے کی جہالت اور مسلمانوں کو فتنے میں ڈالنا ہے۔ ہر خطے کے لوگ اپنے یہاں مروج مصاحف کے طرزِ تحریر ہی سے مانوس ہوتے ہیں اور ان کے لئے ان مصاحف ہی سے قراءت کرنا آسان ہوتا ہے، اس لئے ہر خطے کے اربابِ اقتدار پر لازم ہے کہ ان کے یہاں جو مصاحف کا طرزِ تحریر رائج ہے، اسی کے مطابق قرآن پاک کی اشاعت کا اہتمام کریں، ورنہ بے علم لوگ اس طرح کے اختلافات کے سامنے آنے سے پریشان ہو کر کسی شیطانی وسوسے کا شکار ہو سکتے ہیں ان کی رعایت کرنا اور لوگوں کو فتنے سے بچانا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"

ترجمہ: "فتنہ (اپنے مابعد نتائج کے اعتبار سے) قتل سے بھی سخت ہے" [البقرہ؟، آیت: ۱۹۱]۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الجامع الصغیر" میں حدیث پاک لکھتے ہیں:

"الْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَيْقَظَهَا۔" (الرافعی عن انس (ض)۔

ترجمہ: فتنہ سو رہا ہے، جو اس کو جگائے اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ [الجامع الصغیر رقم الحدیث: 5979]۔

یہ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے مگر حق کے اظہار سے متفق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا .....

ترجمہ: (دین میں) آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو اور (دین کے بارے میں) خوش خبری سناؤ

☆☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ۔ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆☆

اور (لوگوں کو دین سے) متنفر نہ کرو"

صحیح البخاری: رقم الحدیث: 69]۔

مقاصد شریعت میں سد ذرائع بھی ہے، یعنی امکانی طور پر در آنے والی خرابیوں کا راستہ روکنا۔ رسول پاک ﷺ نے بھی اسی دینی حکمت کے تحت اپنے بعض پسندیدہ امور کو ترک فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ بنائے قریش پر بنی ہوئی کعبۃ اللہ کی عمارت کو شہید کردیں اور پھر اس میں حطیم کو شامل کر کے بنائے ابراہیم پر تعمیر کریں، اسلام کو حجاز میں غلبہ حاصل ہو چکا تھا اور آپ کے پاس مالی وسائل بھی تھے، لیکن آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے فرمایا: لولا حداثۃ عھد قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ، ولجعلتھا علی أساس ابراھیم، فإن قریشا حین بنت البیت استقصرت، ولجعلت لھا خلفا.........

ترجمہ: اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا تو میں بیت اللہ کی عمارت کو منہدم کر دیتا اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر قائم کرتا، کیونکہ جب قریش نے اس کو بنایا تھا تو (وسائل کی کمی کے سبب ایک جانب سے) اس کو چھوٹا کر دیا تھا اور میں اس کی پچھلی جانب بھی ایک دروازہ بناتا۔[صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1333]۔

برصغیر پاک وہند کے عظیم فقیہ امام احمد رضا خان علیہ رحمہ الرحمن لکھتے ہیں: "پس ان امور میں ضابطہء کلیہ واجب الحفظ (یعنی ایسا ضابطہ وقانون شرعی جسے لازما یاد رکھنا چاہیے) کہ فعلِ فرائض وترک محرمات (یعنی فرائض کو ادا کرنے اور حرام کاموں کے چھوڑنے) کو ارضائے خلق (لوگوں کی خوشنودی) پر مقدم رکھے اور ان اُمور میں کسی کی مُطلقاً پروانہ کرے اور اِتیانِ مستحب (مستحب کو ادا کرنے) وترکِ غیر اَولٰی (غیر افضل کاموں کو چھوڑنے) پر مداراتِ خلق ومراعاتِ قلوب (مخلوق کی دلداری) کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسومِ خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مُطہّر سے اُن کی حُرمت وشناعت ثابت نہ ہو، اُن میں اپنے ترفّع (بڑائی) وتنزہ (دعوائے پارسائی) کے لئے خلاف وجدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ائتلاف وموانست (لوگوں کے دلوں کو جوڑنے اور دین کی طرف مائل کرنے) کے مُعارض (خلاف) اور مراد محبوبِ شارع کے مناقض (خلاف) ہیں، ہاں ہاں! ہوشیار وگوش دار (کان لگا کر سن) کہ یہ وہ نکتہ

جمیلہ وحکمتِ جلیلہ (عظیم حکمت) وکوچہ سلامت وجادۂ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدانِ خشک واہلِ تکشف غافل وجاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت ومقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار ومحکم گیر (یعنی اس مشورے کو مضبوطی سے تھام لے) یہ چند سطروں میں علمِ غزیر (وافر علم) وباللّٰہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے"۔ [فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص: ۸۲۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور]۔

جہاں تک قرآن پاک کے الفاظ پر اعراب کی بات ہے تو مصحفِ عثمانی میں الفاظ پر اعراب نہیں لگائے گئے تھے۔ بعد میں جب اسلام غیر عربی اقوام تک پہنچا اور ان کو قرآن پاک کی صحیح قراءت تلاوت میں دشواری پیش آنے لگی تو حجاج بن یوسف کے حکم پر قرآن پاک کے الفاظ پر اعراب لگائے گئے۔ ابتداء میں اس کے لئے نقطوں کا سہارا لیا گیا لیکن بعد میں آج کل مروّجہ اعراب یعنی زبر کے لئے لفظ کے اوپر اور زیر کے لئے لفظ کے نیچے ایک ترچھی لکیر لگائی گئی علیٰ ھٰذا القیاس۔ الفاظ پر اعراب لگانے کو ضبط وشکل کہتے ہیں، آج کل اعراب کو تحریر کرنے کا انداز عرب ممالک میں برصغیر پاک وہند میں مروّج مصاحف سے کچھ مختلف ہے، مثلاً: ہمارے یہاں رائج مصاحف میں جس حرف پر کھڑی زبر ہو، اس کے ساتھ کوئی اور حرکت نہیں لگائی جاتی، جیسے لفظ: مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ جبکہ عرب ممالک میں کھڑی زبر کے ساتھ فتح کی حرکت بھی لگائی جاتی ہے، یعنی یوں لکھا جاتا ہے: مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ۔ اعراب کا مقصد قرآن پاک کو صحیح اور درست پڑھنا ہے اس لئے ہر خطے میں رائج ضبط وشکل کے انداز سے اس خطے کے مسلمانوں کے لئے قرآن پاک کو درست پڑھنا نسبتاً آسان ہوتا ہے، اس لئے عوام میں رائج انداز پر ہی قرآن پاک پر اعراب لگانے چاہئیں کیونکہ غیر مانوس اور اجنبی انداز سے لوگ درست قرآن پڑھنے سے محروم ہو جائیں گے۔ جو لوگ حرمین طیبین گئے ہیں، انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ برصغیر پاک وہند کے لوگ مسجد حرام اور مسجد نبوی شریف میں نیلی جلد والے قرآن پاک کی تلاش میں رہتے ہیں، کیونکہ سبز جلد والے قرآن پاک میں عربی انداز میں اعراب لگے ہوتے ہیں اور ان کو اس قرآن پاک سے تلاوت کرنے میں بہت مشکل پیش آتی ہے، جبکہ نیلی جلد والے قرآنِ پاک سعودی عرب کی حکومت کی طرف سے پاک وہند کے حاجیوں کی آسانی کے لئے انہی کے انداز پر چھپوائے جاتے ہیں، اس لئے اس خطے کے لوگ ان سے آسانی تلاوت کر لیتے ہیں۔ جب سعودی عرب نے بھی پاک وہند کے لوگوں کی رعایت کی ہے، تو ہمارے

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

یہاں کے ارباب اقتدار کو اپنی رعایا کی سہولت کا ان سے بھی بڑھ کر احساس ہونا چاہیے اور لوگوں کی آسانی کے لئے مروجہ انداز میں ضبط وشکل والے مصاحف کی نشر واشاعت کی اجازت دینی چاہیے اور اس کے علاوہ مصاحف کی نشر واشاعت پر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔

قرآن پاک میں آیات کے درمیان وقف اور وصل کی علامات بھی لگائی جاتی ہیں، مصحف عثمانی اس سے بھی خالی تھا۔ کیونکہ عربی زبان سے واقف شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ کلام کی انتہا کہاں ہو رہی ہے کہ وہاں رک جائیں اور کس مقام پر کلام ابھی جاری ہے تا کہ وہاں نہ رکیں۔ غیر عربی اقوام کی آسانی کے لئے قرآن پاک کی آیات کے درمیان وقف ووصل کی علامات علماء کے اتفاق اور اجتہاد سے لگائی گئی ہیں۔ بعض جگہ پر وقف اور وصل کے اعتبار سے علماء میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے، چنانچہ برصغیر پاک وہند اور عالم عرب میں رائج مصاحف کے مابین ان علامتوں میں اختلاف کا یہی سبب ہے۔ اس بارے میں علم قراءت کے ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے، جو پاک وہند میں چھپنے والے قرآن پاک میں تحریر کردہ وصل اور وقف کی علامات پر نظر ثانی کریں اور تمام مصاحف میں ایک ہی طرح کی علامات تحریر کی جائیں تا کہ عوام صحیح طور پر قرآن پاک پڑھ سکیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں مروج رسم اور ضبط والے قرآن پاک بالکل درست ہیں اور حکومت پر لازم ہے کہ قرآن کی خدمت کے نام پر کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنے کی بجائے قرآن کے رسم الخط اور طباعت کے حوالے سے صدیوں سے رائج، نافذ العمل اور قبول عام شعار کو اختیار کرے۔ سعودی عرب نے "مجمع الفہد لطباعۃ المصحف الشریف" کے لئے اپنے ثقہ علماء اور مستند قراء کرام کا باقاعدہ ایک بورڈ قائم کیا اور ان کی نگرانی میں برصغیر پاک وہند، بنگلہ دیش، ملحق ممالک اور اکثر غیر عربی ممالک کے لئے ان خطوں میں جاری شعار کے مطابق قرآن کریم طبع کیے، حجاج معتمرین میں تقسیم کیے اور آج بھی حرمین طیبین میں ان کی تلاوت کے لئے دستیاب ہیں، لہذا اسی انداز میں قرآن پاک کی نشر واشاعت کو مملکت پاکستان قانونی قرار دے اور اس کے علاوہ دیگر رسم وضبط والے قرآن پاک کی اشاعت کو ممنوع قرار دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم..........